© rasailojaraid.com

فکر ونظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدیر

قرآن میں حکم (حاکمیت) کا تصوّر

اس دفعہ "فکر و نظر" کے صفحات میں مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ "محدث" جناب حافظ عبد الرحمٰن صاحب مدنی کی ایک تقریر ہدیۂ قارئین ہے، جو انہوں نے قرآن کانفرنس (منعقدہ ۱۸ اپریل ۱۹۸۰ء بمقام جناح ہال لاہور) کی ایک خصوصی نشست (اسلام کے قانونی تصورات) میں "قرآن میں حکم (حاکمیت) کا تصور" کے موضوع پر کی تھی، ہمیں امید ہے کہ اس سے جدید سیاسیات میں موجود تصورِ حاکمیت کی نہ صرف کافی حد تک اصلاح ہو گی، بلکہ اس سلسلہ میں بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ممکن ہو سکے گا ——— واللہ الموفق! (ادارہ)

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستان میں جب بھی طرزِ حکومت کا سوال زیرِ بحث آتا ہے، تو براہِ راست کتاب و سنت میں غور کرنے کی بجائے عموماً دنیا میں جو نظام رائج ہیں، ان میں سے کسی ایک کو کھینچ تان کر مسلمان بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس دور کے مشہور نظام جمہوریت اور آمریت ہیں۔ چنانچہ جہاں اکثر مسلمانوں کی کوششیں جمہوریت کو مشرف بہ اسلام کرنے میں صرف ہوتی ہیں، وہاں بعض من چلے آمریت کو اسلام کے مطابق قرار دے ڈالتے ہیں ——— گو اسلام سے تھوڑی بہت مناسبت دونوں ہی نظاموں میں مل جاتی ہے۔ یعنی اگر اسلام کی مرکزیت دیکھی جائے تو اسلام آمریت سے زیادہ مناسب نظر آتا ہے ——— اور اگر اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ اسلام میں عوام کے اعتماد کو بھی اہمیت دی گئی ہے، تو پھر اسلام کو ایک جمہوری نظام کی شکل میں پیش کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان نظاموں میں اسلام سے مناسبت کا کوئی پہلو تلاش کر بھی لیا جائے، پھر بھی اسلام اپنے امتیازات کی بناء پر ان دونوں نظاموں سے الگ تھلگ رہتا ہے ——— اور یہ امتیازات بحیثیت نظام ہی نہیں، بلکہ اسلام کی اصل رُوح بھی ان دونوں سے یکسر مختلف ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظامِ حکومت میں بنیادی حیثیت اقتدارِ اعلیٰ کو حاصل ہے چنانچہ جمہوریت میں عوام کی حاکمیت بنیادی چیز ہے تو آمریت میں کسی فرد یا پارٹی کی حاکمیت اصل اہمیت رکھتی ہے ـــــــ جبکہ اسلام کا ہم اگر مغرب سے نہیں بلکہ کتاب و سنت سے جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام میں نہ فرد کی حاکمیت ہے[۱۴] بلکہ اسلام صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی حاکمیت کا نعرہ لگاتا ہے ـــــــ یہ بھی نہیں کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ حاکمِ اعلیٰ ہیں، بلکہ حاکمیت ہے ہی صرف اللہ رب العزت کی، کسی اور کے لیے اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــــ یہی اسلام کا پہلا امتیاز ہے کہ وُہ حاکمیت کے سلسلہ میں توحید کا قائل ہے اور اس حاکمیت میں وُہ کسی کو شریک کرنا پسند نہیں کرتا۔

۱۴ اور آمریت میں کسی ایک فرد یا گروہ کی حاکمیت ہے۔

پھر اسلام کا یہ تصورِ حاکمیت فی نفسہٖ بھی جمہوریت اور آمریت کے تصورِ حاکمیت سے مختلف ہے، چنانچہ علمِ سیاست میں جو لوگ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں اور جن لوگوں نے منکرین کے انکار کا مطالعہ کیا ہے وُہ جانتے ہیں کہ حاکمیت کے جتنے لوازمات ان منکرین نے بیان کیے ہیں، ان لوازمات کو وُہ کسی حاکمِ اعلیٰ میں آج تک جمع نہیں کر سکے مثلاً (یہاں ہم ان میں سے دو کا ذکر کرتے ہیں)؛

۱۔ حاکمیت مطلق العنان ہونی چاہیے یعنی ایک حاکم کا یہ خاصہ ہو کہ اس کے اوپر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ ہو اور وُہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرے اور دُنیا میں ایسی حاکمیت کہیں پائی نہیں جاتی کہ یہ خاصہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے:

"لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ۔"

کہ "اللہ جو چاہے کرے، اس سے کوئی مواخذہ اور سوال نہیں ہو سکتا۔ اور اس کے علاوہ سب سے پوچھا جا سکتا ہے (اور پوچھا جائے گا)"!

گویا اسلام میں حاکمیت کا تصور یہ نہیں کہ اس کی حاکمیت دوسری حاکمیتوں سے مختلف ہے، بلکہ اسلام نے حاکمیت کی اصل تکمیل کی ہے اور ایسا تصورِ حاکمیت صرف اللہ رب العزت کی ذات میں آ کر مکمل ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا:

"اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ!"

کہ "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حاکم ہے ہی نہیں اور نہ ہی کسی اور کا حکم چل سکتا ہے۔"

۲۔ ہمارے ہاں حاکمیت کا جو تصور پایا جاتا ہے، اس کا ترجمہ عموماً "اقتدارِ اعلیٰ" سے کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حاکمیت کی دو قسمیں ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلی قسم تکوینی حاکمیت ہے اور عموماً ہمارے ہاں جب حاکمیت کی بحث چلتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی اس تکوینی حاکمیت کو سامنے رکھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ تکوینی حاکمیت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔—— قرآنِ مجید نے اگرچہ اس کا تصور دیا ہے لیکن وُہ اس پر کوئی تفصیلی بحث نہیں کرتا اور نہ ہی قرآنِ مجید کی نظر میں یہ اصل مقصود و مطلوب ہے۔ تکوینی حاکمیت کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کے خالق و مالک ہیں اور اللہ رب العزت کی اجازت اور حکم کے بغیر کوئی چیز حرکت تک نہیں کر سکتی ——— اور یہ چیز ایسی ہے کہ جس پر کچھ کہنا یا اسے زیرِ بحث لانا تحصیلِ حاصل ہے۔ اس لیے کہ ساری کی ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے سامنے تکوینی اعتبار سے مجبور ہے۔ قرآنِ مجید میں فرمایا:

"وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ"؛

کہ "زمین و آسمان کی ہر شے اللہ ہی کی ملکیت ہے (وُہی سب کا حاکم اور) سبھی اس کے تابع فرمان ہیں"

دوسری جگہ مزید وضاحت سے ارشاد فرمایا:

"وَلَهُ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا"؛

کہ "اس کائنات میں بسنے والا ہر صاحبِ عقل اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہے، خوشی سے یا ناخوشی سے، چاہے یا نہ چاہے، ہر چیز اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہے"۔"

اسلام کا اصل مسئلہ اور قسم کی حاکمیت ہے، جسے ہم تشریعی حاکمیت کہیں گے (اور موجودہ کانفرنس کی مناسبت سے اسے ہم قرآنی حاکمیت کا نام دے سکتے ہیں) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی منشا چھوڑ کر، اپنی خواہشات سے دست بردار ہو کر انہیں اللہ تعالیٰ کی منشا اور خواہش کے تابع کر دیں۔ اسے موجودہ اصطلاح میں حاکمِ اعلیٰ (SOVEREIGN) کی منشا، (WILL) کہہ سکتے ہیں۔ —— اگر دُنیا اسے مانتی ہے تو پھر دنیا نے واقعی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کر لیا اور اگر دنیا اس قرآنی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتی تو پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے انکار کر دیا۔—— یہی وُہ حاکمیت ہے کہ جو مقصود و مطلوب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے عبدِ محض بن جائیں اور اس کے کسی حکم میں چون و چرا نہ کریں ——— ہم بلا حیل و حجت اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننے کے لیے نہ صرف تیار ہوں بلکہ ہم اسے مان بھی لیں ——— اور یہی وُہ حاکمیت ہے کہ اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی مملکت اسے تسلیم کر لیتی ہے تو وہ اسلامی مملکت بن جاتی ہے ــــــ گویا ہمارے پیشِ نظر آج کل اقتدارِ اعلیٰ کی بحث ہے جبکہ قرآن کے پیشِ نظر اطاعتِ خداوندی اور اس کے سامنے جھکنے کی بحث ہے۔

قرآنی حاکمیت کا مطلب اس کا تصورِ توحید ہے، یعنی صرف قرآن کی حاکمیت اور باقی سب کی نفی ــــــ اگر کوئی شخص قرآن کی حاکمیت کے ساتھ ساتھ کسی اور کی حاکمیت کا بھی قائل ہے، کچھ منشا اللہ کی چلتی ہے اور کچھ کسی دوسرے کی، تو اللہ فرماتے ہیں، مجھے اس کی ضرورت نہیں، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ منشاء بھی صرف میری ہو اور رضا بھی میری ہی ہو ــــ اس کے علاوہ جو تصور بھی موجود ہوگا تو حیدی تصور نہ ہوگا، شرکیہ ہوگا!

حاکمیت کے سلسلہ میں ایک اور اہم ترین بات یہ ہے کہ حاکمیت کسی کو تفویض نہیں کی جاسکتی کہ حاکم خود ہی اس کا مالک ہوتا ہے اور وہ کسی اور کو یہ حاکمیت تفویض نہیں کرسکتا، حتیٰ کہ یہ حاکمیت اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بھی تفویض نہیں کرتے ــــــ یہ مسئلہ چونکہ ہماری عقیدت سے متعلق ہے، اس لیے انتہائی نازک ہے، لیکن اسی قدر اسلام میں اس تصور کو واضح بھی کیا گیا ہے۔

عموماً انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، قرآن مجید نے بھی یہی بتلایا ہے:

"وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ!"

یہاں شائد بعض لوگوں کو مغالطہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حاکمیت نبی کو تفویض کر دی اور اپنی منشاء اور مرضی اس کو دے دی لیکن قرآنِ مجید اس کی تردید کرتا ہے اور اس سلسلہ میں کافی آیات ہیں ــــ کسی آیت میں وضاحت سے اور کسی میں اشارتاً یہ بات بیان کی گئی ہے مثلاً فرمایا:

"لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ"

کہ "اے نبی، آپ کو منشاء الٰہی کے بارے میں کچھ اختیار نہیں، اللہ ان کفار کی توبہ قبول فرمائے، یا ان کو عذاب دے ــــــ بیشک یہ ظالم ہیں"!

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ:

جنگِ احد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشمنوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جبینِ مبارک پر زخم آیا، دانت مبارک شہید ہو گئے۔ آپؐ بیہوش ہو کر گر گئے۔ حضرت سالم رضؓ مولیٰ ابو حذیفہ رضؓ نے آپؐ کو اٹھایا، آپؐ ہوش میں آئے تو آپؐ نے فرمایا:

"کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ اَدْمَوْا وَجْهَ نَبِیِّھِمْ"!

کہ "جس قوم نے اپنے نبی کے چہرہ کو لہولہان کر دیا، وہ قوم کیونکر فلاح پائے گی؟"

اس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی!

——— کس قدر نازک مسئلہ ہے، ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خون آلود ہیں، دوسری طرف حاکمیت کی بے نیازی اور اس سلسلہ میں قرآنی وضاحت، تاکہ حاکمیت کا یہ تصور نہ بگڑے۔

رہا یہ سوال کہ اگر نبی کو اللہ تعالیٰ منشا و مرضی نہیں دیتے تو پھر نبی کی اطاعت اللہ کی اطاعت کیوں ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ رسول، اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے، نائب نہیں ہوتا ——— نائب وُہ ہوتا ہے جسے اصل منصب پر بٹھا کر منشا و مرضی کا مالک بنا دیا جائے اور نمائندہ وُہ ہوتا ہے، جسے کسی خاص مقصد کے لیے مقرر کیا جائے۔ رسول کے معنی عربی زبان میں نمائندہ کے ہیں[1]، نائب کے نہیں ——— رسول اختیار استعمال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ رسول کو اپنی منشا و مرضی نہیں دیتے جیسے کہ قرآنِ مجید میں فرمایا:

"مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ

---

[1] قرآنِ کریم میں رسول کا لفظ انبیاء کے لیے اور فرشتوں کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ بعض تکوینی امور کے لیے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مقرر کرتے ہیں، جیسے جان قبض کرنے کے لیے عزرائیل کو مقرر کیا گیا ہے، اسی طرح انبیاءؑ تشریعی امور میں اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں، چونکہ شریعت کی پیروی اختیار سے کی جاتی ہے اس لیے اس بارہ میں مقرر نمائندہ بھی بااختیار ہوتا ہے لیکن اس اختیار کے ساتھ ساتھ نمائندہ صحیح ہونے کے لیے اس کی حفاظت ضروری ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ انبیاءؑ کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی عصمت کے معنیٰ ہیں۔ انبیاءؑ کے اختیار کو اسی تشریعی اختیار کے معنیٰ میں لیا جاتا ہے جس میں وُہ اپنی منشاء کی بجائے شریعت ساز (اللہ تعالیٰ) کی منشاء کی تعمیل ہی کراتے ہیں جبکہ تکوینی طور پر وُہ بے اختیار ہی ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں جو اختیارات کا حصہ اللہ کی ذات میں ملتا ہے وہاں مراد تکوینی اختیار ہے۔ زیرِ بحث موضوع کی مناسبت سے منشاء (۷۷/۳) اسی اختیار سے متعلق ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لِلنَّاسِ کُونُوا عِبَادًا لِّی مِن دُونِ اللّٰہِ

"کسی بشر کو یہ لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے شریعت، حکومت اور نبوت دیں اور اس کے بعد وہ لوگوں سے یہ کہنے لگ جائے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔"

کسی کا بندہ بن جانے کے معنی یہ ہیں کہ اپنی منشاء اور خواہشات کو کسی دوسرے کی مرضی اور منشاء کا پابند بنا لیا جائے جبکہ مرضی اور منشاء صرف اللہ کی چلتی ہے!

مشہور واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضرت عائشہؓ کی بریت میں آیات نازل فرمائیں، تو صدیقِ اکبرؓ فرمانے لگے:

"اے عائشہؓ! رسول اللہؐ کی تعریف کر!"

لیکن حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "میں تو اللہ کی تعریف کروں گی!"

مقصد یہ تھا کہ میری بریت میں مؤثر اللہ کی منشا اور مرضی ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا مؤثر ہوتی تو وہ ایک مہینہ قبل بھی میری بریت کر سکتے تھے۔

اسی سلسلہ میں ایک اور واقعہ مشہور ہے کہ:

حضرت بریرہؓ لونڈی کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کچھ رقم دے کر آزاد کرایا تھا — مسئلہ یہ ہے کہ جس لونڈی کو آزادی مل جائے، اسے اختیار مل جاتا ہے کہ اگر اس کا خاوند غلام ہو تو چاہے تو اس کے نکاح میں رہے، چاہے نہ رہے — بریرہؓ نے اپنا یہ اختیار استعمال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مغیثؓ کی یہ حالت دیکھی کہ وہ گلیوں میں مارا مارا پھرتا ہے تو آپؐ نے بریرہؓ کے پاس مغیث کی سفارش کی کہ اے بریرہ، مغیث کی حالت دیکھ، یہ تجھ سے اتنی محبت کرتا ہے، تو اس کے گھر میں رہنا قبول کر لے! بریرہؓ نے کہا، "اے اللہ کے رسولؐ! یہ آپ کا مشورہ ہے یا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟" آپؐ نے فرمایا، "یہ میرا مشورہ ہے!" — بریرہؓ نے کہا تو پھر میں پابند نہیں، اور بریرہؓ اس کے بعد مغیثؓ کے نکاح میں نہیں رہیں۔

ان دو واقعات سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ مرضی اور منشاء رسولؐ کی نہیں چلتی، صرف اللہ تعالیٰ کی چلتی ہے — اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کو اختیار دیا ہے، رسول کا منصب ہی اس کا اختیار ہے کہ اس منصب کے مطابق اپنا اختیار استعمال کرے —! لیکن وہ اپنی مرضی نہیں چلا سکتا — مندرجہ ذیل آیتِ قرآنی ملاحظہ ہو جس سے منشاء الٰہی کی جلالتِ شان اس حد تک آشکارا ہے کہ تمام غلط تصورات محو ہو کر رہ جاتے ہیں — فرمایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ، لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ"!

"کہ اگر یہ رسول اپنی طرف سے کوئی بات کرے تو ہم اسے داہنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالیں!"

عربی زبان میں نائب کے لیے "خلیفہ" کا لفظ آتا ہے اور نیابت کے سلسلہ میں وضاحت کے لیے صحیح مسلم کی ان دو احادیث کو پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہے:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر دجال میری زندگی میں آیا تو میں اس کا مقابلہ کروں گا، لیکن اگر میں موجود نہ ہوا تو:

"وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ"!

"پھر ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ ہوگا"!

۲۔ صحیح مسلم میں سفر کی مشہور دعا یوں مذکور ہے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ"

کہ "اے اللہ، تو سفر میں میرا ساتھی ہے اور میرے اہل میں میرا خلیفہ ہے!"

گویا ان احادیث میں نیابت بجائے اس کے کہ نبی کو ملے، نیابت اللہ تعالیٰ کو مل رہی ہے۔ اس لیے کہ نبی کی منشاء بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

پس "نبی اللہ تعالیٰ کا نائب ہو سکتا ہے یا منشاء، مرضی اور حاکمیت کسی کو تفویض ہو سکتی ہے" اسلام اس تصور کی مخالفت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانون سازی اور دستور سازی کا اختیار اللہ تعالیٰ نے نبی کو بھی نہیں دیا اور نبی بھی اللہ کے دستور و قانون کا پابند ہے ـــــ قرآن مجید نبی پر بھی حاکم ہے ـــــ یہ الگ بات ہے کہ نبی قرآن مجید کی جو تشریح کرتا ہے وہ بالآخر اللہ کی منشاء ہوتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو معصوم بنایا ہے اور اگر اس سے کوئی چھوٹی موٹی لغزش ہو جائے تو اس کی رہنمائی کر دی جاتی ہے ـــــ جنگِ بدر کے قیدیوں کو آزاد کر دینے کا واقعہ اس سلسلہ میں بطورِ مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔

قرآنِ مجید میں جابجا اس تصور کو حصر و تاکید کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کہ مرضی اور منشاء اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں چلتی اور حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے ـــــ مثلاً: "حکم صرف اللہ کا چلے گا"!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ!" "حاکمیت صرف اللہ کی ہے!"

۲۔ "بِیَدِہِ الْاَمْرُ!" (اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)

۳۔ "یَقُوْلُوْنَ ھَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کُلَّہٗ لِلّٰہِ!"

"یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی کچھ اختیار ہے! آپ کہہ دیجیے، (نہیں) اختیار صرف اللہ تعالیٰ کا ہے"!

حاکمیت کے کسی کو تفویض نہ ہونے کے سلسلہ میں ایک مغربی مفکر کا حوالہ دینا بھی مناسب رہے گا[۱]:

روسو نے جمہوریت کی بات کرتے ہوئے اسمبلی کے بارے میں یہ بحث کی ہے کہ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ اقتدارِ اعلیٰ کسی کو تفویض نہیں ہوتا اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ آئینی طور پر حاکمیت اسمبلی کو مل جاتی ہے ——— گویا حاکمیت تفویض ہو گئی ——— اصل بات یہ ہے کہ مرضی اور منشا، اختیار و اقتدار دو الگ الگ چیزیں ہیں، مرضی اور منشا تو اسمبلی کو تفویض نہیں ہوتی۔ اختیار اسمبلی کو مل جاتا ہے۔ اصل حاکمیت عوام کے پاس ہوتی ہے ——— اور یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ اسمبلی جب عوام کی مرضی اور منشاء کی مخالفت کرتی ہے تو عوام اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ گویا یہ لوگ بھی منشا و مرضی اور اختیار و اقتدار کا فرق تسلیم کرتے ہیں اور حاکمیت کے اس مفہوم کے قائل بھی ہیں، روسو کے الفاظ یہ ہیں:

"POWER CAN BE TRANSMITTED BUT NOT THE WILL."

پس قرآنی حاکمیت کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ یہ کسی دوسرے کو تفویض نہیں ہوتی ——— اسی لیے دستورِ اسلام صرف قرآنِ مجید ہے۔ قرآنِ مجید کا فہم بھی اسلام کا دستور نہیں ہے کہ وُہ ہمارا ہے، اور ممکن ہے کہ ہم قرآن کو سمجھتے ہوئے اللہ کی منشا صحیح طور پر نہ سمجھ سکیں۔

اگرچہ اس بارے میں علماء اختلاف کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ اسلام کا دستور خود قرآنِ مجید ہے۔ قرآنِ مجید کے الفاظ بھی دستور ہیں حتیٰ کہ قرآنِ مجید میں اممِ سابقہ کے بیان کردہ حالات بھی

---

[۱] مدنی صاحب نے اپنے خطاب میں اس مقام پر یہ وضاحت بھی فرمائی کہ "قرآنِ مجید اپنے آپ میں بہت واضح ہے اور قرآنِ مجید کی تائید میں مغربی مفکرین کے حوالے دینا میں بالکل پسند نہیں کرتا ——— لیکن ہمارے ہاں عموماً ہوتا یہ ہے کہ کسی بات کی تائید میں جب کسی مغربی فلاسفر یا مفکر کا حوالہ پیش کر دیا جاتا ہے تو لوگوں کی فوراً تسلی ہو جاتی ہے ——— اور یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے ورنہ کلام الٰہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دستور ہیں کہ ہر آیت سے کئی کئی مسائل نکلتے ہیں، خواہ وہ واقعات کے رنگ میں ہوں یا فکر کی صورت میں ـــــ اور اگر ہم صرف قرآنِ مجید کے دستور ہونے کا تصور چھوڑ کر یہ بات کہیں کہ قرآنِ مجید خود دستور نہیں یا قرآنِ مجید کے علاوہ ہمارا فہمِ قرآن بھی دستور ہے تو پھر اسلام کا دستور کبھی ایک نہیں ہو سکتا ـــــ اس لیے کہ فہم کبھی ایک نہیں ہوتا۔ شریعت میں اور فقہ میں یہی فرق ہے کہ شریعت ایک ہے اور فقہ کئی ہیں ـــــ ہمارے ہاں چار فقہیں مروج ہیں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ـــــ شریعت کا یہ فہم اماموں نے لیا ہے لیکن چار فقہیں بننے سے شریعتیں چار نہیں بنیں گی۔ شریعت صرف ایک ہے اور وہ قرآنِ مجید ہے۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ ہمارے ہاں عموماً یہ تصور پایا جاتا ہے کہ قرآنِ مجید کو اگر ہم دستور کہیں تو قرآنِ مجید میں تو سیاست و ریاست کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں، جو ہمارے مذہب سے متعلق ہیں ـــــ تو یہ اصل میں مذہب اور سیاست کی تقسیم کا نتیجہ ہے، جو غلط ہے۔ اسلام زندگی میں اس قسم کی تقسیم کا روادار نہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ اسلامی زندگی میں وحدت ہے، پوری زندگی ایک دستور کے تحت ہے، خواہ نظامِ حکومت ہو، نظامِ معیشت ہو، نظامِ معاشرت ہو، نظامِ معاملات ہو، نظامِ عبادات ہو یا نظامِ عقائد ـــــ سارے کے سارے ایک دستور میں داخل ہیں ـــــ یہ دستور قرآنِ مجید ہے اور قرآنی حاکمیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ایک انسان کی اسلامی زندگی پوری کی پوری اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی کے تابع ہو گی اور یہ بھی ایک ایسا امتیاز ہے جو قرآنی حاکمیت کو دوسری تمام حاکمیتوں سے ممتاز کرتا ہے!

خلاصہ یہ کہ:

۱۔ قرآنی حاکمیت میں حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اس کے لوازمات کسی دوسری حاکمیت میں نہیں پائے جاتے۔

۲۔ قرآنی حاکمیت آزاد ہے، اس کے اوپر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں۔

۳۔ حاکمیت کسی دوسرے کو تفویض نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ نبی کی ذات ہی کیوں نہ ہو۔

ائمہ سے تائید:

اگرچہ ہم نے زیرِ بحث مسئلہ میں قرآن و حدیث سے استدلال کیا ہے، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آپ کا اپنا فہم ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم آخر میں ائمہ کرام کے تائیدی اقوال بھی نقل کر دیں،

۱۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"جس کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی منشا اور مرضی کسی اور کو دیتے ہیں تو اس نے کفر کیا۔"

الفاظ یہ ہیں: "مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ الْاِنْسَانَ خَلِیْفَةٌ لِلّٰهِ فَقَدْ کَفَرَ۔"

۲۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "مَنْ جَعَلَ لِلّٰهِ خَلِیْفَةً، فَهُوَ مُشْرِكٌ بِاللّٰهِ۔"

"جو کسی کو اللہ کا خلیفہ بناتا ہے۔ تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے!"

(فتاویٰ کبریٰ جلد دوم)

۳۔ علامہ ماوردی اپنی مشہور کتاب "الاحکام السلطانیہ" میں بیان کرتے ہیں:

"جمہور علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی خلافت کے قائل ہیں وہ لوگ فاسق و فاجر ہوتے ہیں!"

حرفِ آخر!

جو لوگ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی خلافت کے قائل ہیں اور وہ اس کی تعبیر کرتے ہیں کہ خلافت کے معنی مرضی اور منشا کے نہیں ہوتے، بلکہ وہ اس کے معنی کچھ اور بیان کرتے ہیں، ہم ان پر واضح کردینا چاہتے ہیں کہ جو خلافت ہمارے زیرِ بحث ہے وہ مرضی اور منشا کی خلافت ہے جس کا دوسرا نام حاکمیت ہے اور حاکمیت کسی کو تفویض نہیں ہو سکتی! —— (آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین!)

قارئینِ کرام سے

التماس ہے کہ اگر آپ کے نام آنے والے رسالہ پر "آپ کا چندہ ختم ہے" کی مُہر موجود ہے تو:

- اپنا سالانہ زرِ تعاون (مبلغ بیس روپے) دفتر کے نام بذریعہ منی آرڈر روانہ فرمائیں۔
- آئندہ خریداری جاری نہ رکھنے کی صورت میں دفتر کو فی الفور مطلع فرمائیں تاکہ آپ کے نام وی۔پی۔پی نہ روانہ کیا جائے۔
- آپ کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہونے کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ آئندہ شمارہ بذریعہ وی۔پی۔پی (قیمتی مبلغ بائیس روپے) وصول کرنے کے لیے تیار ہیں۔

والسلام

مرزا محمد انور بیگ (منیجر)

© rasailojaraid.com